

46

تمام دنیا میں لوگ اپنے خدا کو بھولتے جا رہے ہیں۔ مسیح محمدی کے ماننے والوں کا کام ہے کہ اپنے رب کی صحیح پہچان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی رب العالمین کی پہچان کروائیں

فرمودہ مورخہ 17 نومبر 2006ء (17 نبوت 1385 ھش) مسجد بیت الفتوح، لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صفت کا اظہار اور اعلان قرآن کریم کی پہلی ہی سورۃ میں فرمایا ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی ہر قسم کی تعریف کا اللہ تعالیٰ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ رب کے معنی مفسرین نے اور اہل لغت نے بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں جس میں پیدا کرنے سے لے کر کسی چیز کے درجہ کمال تک پہنچانے کے درمیان جتنے بھی ادوار ہیں ان سب کو یہ لفظ اپنے اندر سمیٹتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر کبیر میں مختلف روایات کے حوالے سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ مثلاً مفردات کے حوالے سے یہ درج ہے کہ رب کے معنی کسی چیز کو پیدا کر کے تدریجی طور پر کمال تک پہنچانے کے ہیں۔ عربی زبان میں بعض دفعہ رب کا لفظ انسان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر انسان کی طرف منسوب ہو تو صرف تربیت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں یہ لفظ ماں باپ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ رَبِّ اَرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیْنِیْ صَغِیْرًا (بنی اسرائیل: 25) کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما کیونکہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی، میری تربیت کی۔

پھر اقرب جو لغت کی ایک کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ رب کے معنی مالک کے بھی ہوتے ہیں، سردار اور مطاع کے بھی ہوتے ہیں اور رب کے معنی مصلح کے بھی ہوتے ہیں۔ بحر محیط میں ہے کہ رب کے معنی خالق کے بھی ہیں۔ مفردات امام راعب میں لکھا ہے کہ رب کا لفظ بغیر اضافت کے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے اور اضافت کے ساتھ اللہ اور غیر اللہ دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ مثلاً رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمْ إِلَّا وَلِيْن (الشعراء: 27) یہاں رب کے لفظ کے ساتھ جو کُم کا لفظ لگایا گیا ہے یا آباءِ کُم کا لفظ لگایا گیا ہے یعنی تمہارا رب یا تمہارے باپ دادا کا رب، یہ اضافت ہے، زائد چیز آگے بیان کی گئی ہے۔ پس جب اللہ کے علاوہ رب کا لفظ کسی کے ساتھ لگتا ہے تو جیسا کہ بتایا اس میں صرف اضافت کے ساتھ لگ سکتا ہے۔ مثلاً رَبُّ الدَّارِ گھر کا مالک یا رَبُّ الْفَرَسِ گھوڑے کا مالک۔ خالی رب کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے استعمال ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”لسان العرب اور تاج العروس میں جو لغت کی نہایت معتبر کتابیں ہیں لکھا ہے کہ زبان عرب میں رب کا لفظ سات معنوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں۔ مَالِك، سَيِّد، مُدَبِّر، مُرَبِّي، قَيِّم، مُنْعِم، مُتَمِّم۔ چنانچہ ان سات معنوں میں سے تین معنی خدا تعالیٰ کی ذاتی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ مجملہ ان کے مالک ہے اور مالک لغت عرب میں اس کو کہتے ہیں جس کا اپنے مملوک پر قبضہ تامہ ہو، یعنی وہ مالک ہے کہ جو اس کے ماتحت ہے، جو اس کی ملکیت میں ہے اس پر اس کا مکمل قبضہ ہو اور جس طرح چاہے اپنے تصرف میں لاسکتا ہو، ایسا قبضہ ہو کہ جس طرح بھی چاہے اس کو استعمال میں لاسکتا ہے۔“ اور بلا اشتراک غیر اس پر حق رکھتا ہو اور یہ لفظ حقیقی طور پر یعنی بلحاظ اس کے معنوں کے بجز خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اطلاق نہیں پاسکتا کیونکہ قبضہ تامہ اور تصرف تام اور حقوق تامہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کے لئے مُسَلَّم نہیں۔“

(من الرمن۔ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 152-153، حاشیہ)

یعنی مکمل قبضہ بھی ہو، مکمل طور پر اس پر اختیار بھی ہو، جس طرح چاہے استعمال کرے اور مکمل طور پر اس پر حق بھی رکھتا ہو۔ تو فرمایا کہ یہ چیز سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے کسی کے لئے نہیں۔

مالک کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے الفاظ میں فرمائی ہے۔ رب کے معنوں میں جو باقی الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کو بھی میں یہاں مختصراً بیان کر دیتا ہوں تاکہ اس لفظ کی وسعت کا مزید علم ہو سکے۔

ایک لفظ اَلسَّيِّد استعمال ہوا ہے۔ سید کا لفظ عزت اور شرف کے معنوں میں بطور لقب کے استعمال ہوتا ہے اور ہر نوع میں سے اعلیٰ اور افضل شی کو سید کہا جاتا ہے مثلاً اَلْقُرْآنُ سَيِّدُ الْكَلَامِ یعنی قرآن سب کلاموں کا سردار ہے۔ پس سید کا مطلب یہ ہے کہ سب سے اعلیٰ اور افضل اور معزز جس کی اطاعت لازم ہو۔

پھر رب کے معنوں میں اَلْمُدَبِّرُ کا لفظ ہے۔ لغت میں دَبَّرَ کا مطلب ہے کہ کسی کے بعد یا پیچھے آیا دَبَّرَ اَلْأَمْرَ کا مطلب ہے کہ کسی چیز کی عاقبت اور نتیجے کے بارے میں سوچا اور اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ کسی کام کو ایسے طور پر چلایا کہ وہ صحیح نتیجہ پیدا کرے۔ پس اَلْمُدَبِّرُ کا مطلب ہے کہ ہر کام کے آخری نتیجہ پر نظر رکھنے والا اور اس کو ایسے طریق پر چلانے والا کہ اس کا صحیح نتیجہ نکلے۔

پھر اس کے ایک معنی قَيِّم کے بھی ہیں۔ یعنی کسی چیز کی نگرانی اور درست کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اَلْقَيِّمِ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ لوگوں کے کام بناتا، ان کو سہارا دیتا اور صحیح راستے پر قائم رکھتا ہے۔

پھر اس کا ایک مطلب اَلْمُنْعِمُ بھی ہے۔ لغت میں نَعَمَ کا مطلب ہے کوئی چیز نرم و نازک ہوگئی۔ اسی سے نعمت ہے جس کا مطلب ہے اچھی اور خوشحالی کی حالت۔ انعام کا مطلب ہے کسی کو بھلائی اور خیر پہنچانا، کسی پر احسان کرنا۔ پس اَلْمُنْعِمُ کا مطلب ہو اوہ ذات جو بھلائی اور خیر اور خوشحالی سے نوازے اور دوسرے سے احسان کرے۔

پھر رب کے معانی میں ایک لفظ مُتِمُّمٌ اور مُتَمِّمٌ استعمال ہوا ہے۔ یہ تمام سے ہے اور کسی چیز کے تمام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی انتہا اور کمال کو پہنچ جائے یہاں تک کہ کسی بیرونی چیز کا محتاج نہ رہے۔ اَلْمُتَمِّمُ، اَلْمُتَمِّمُ کا مطلب ہے کہ ہر کام کو پورا کرنے والا، ہر حاجت کو پورا کرنے والا اور ہر نقص کو دور کرنے والا، غریبوں کی بھوک ختم کرنے والا۔ پس ان سب کو اگر جمع کر لیں تو اس کا یہ مطلب بنے گا کہ وہ ہستی جو سب سے اعلیٰ ہے، افضل ہے، معزز ہے جس کی اطاعت لازم ہے۔ جس کے کام میں کسی غلطی کا امکان ہی نہیں ہے، کسی کام کا آخری نتیجہ بھی اس کے علم میں ہے، اس لئے اس سے راہنمائی کی ضرورت ہے۔ وہی ہے جو اپنی مخلوق کے کام بناتا ہے، ان کو سہارا دیتا ہے اور انہیں صحیح راستے پر رکھتا ہے۔ وہ بندے کی بھلائی اور خوشحالی کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔ ہر کام کی طاقت و قدرت کا مالک ہے، ہر کام کی قدرت رکھتا ہے، کسی کا محتاج نہیں ہے، مالک کل ہے۔ تو یہ رب کے لفظ کی وضاحت ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں یہ لفظ بے شمار جگہ استعمال کیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ابتداء میں پہلی سورۃ میں ہی رب کے لفظ کو استعمال کر کے ہمیں اپنی طاقتوں اور قدرتوں کا اعلان فرما کر اپنے حضور جھکنے اور تمام فیض صرف اور صرف رب العالمین سے حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اسی طرح قرآن کریم کے آخر میں بھی فرمایا ہے کہ میں رب ہوں۔ ہر قسم کی برائیوں سے، مشکلوں سے، ابتلاؤں سے، امتحانوں سے جن میں ذاتی بھی ہیں، معاشرتی بھی ہیں، دینی بھی ہیں، دنیاوی بھی ہیں، ان سب سے اگر بچنا ہے تو میری پناہ میں آ جاؤ۔ اس کی تفصیل آخر میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس میں فرمائی۔ پس وہی ذات ہے جو حقیقی رب ہے، اس سے دور ہو کر نہ تمہاری دنیا رہ سکتی ہے نہ

دین رہ سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رب العالمین کی وضاحت کرتے ہوئے اس مضمون پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اس کا خلاصہ میں پیش کرتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ اس جہان کا خالق تمام نقصوں سے پاک ہے اور تمام خوبیاں اس کے اندر جمع ہیں۔

دوسرے یہ کہ وہ ہر چیز کی گنہ اور حقیقت سے واقف ہے۔ گزری ہوئی، موجودہ اور آئندہ آنے والی ہر چیز کی حقیقت اس پر واضح ہے۔ سائنس دان ریسرچ کرتے ہیں، نئی نئی معلومات دیتے ہیں، انکشافات کرتے ہیں تب بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان کا علم کامل ہو گیا۔ ایک سائنسدان ایک نظریہ پیش کرتا ہے پھر عرصے بعد دوسرا اس کے رد میں مزید دلیلیں نکال دیتا ہے۔ سوائے اسے جسے خدا تعالیٰ راہنمائی فرمائے۔ اور وہ بھی ایک حد تک علم حاصل کر سکتا ہے کسی چیز کا کامل احاطہ نہیں کر سکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کامل حمد کا مالک ہے۔ اور کامل حمد کا مالک ہو کر ہی رب العالمین کہلا سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔

چوتھی بات یہ بیان کی کہ انسان کے اندر جو بھی خصوصیات ہیں، لیاقت ہے، جسمانی یا روحانی ترقیات ہیں، یہ سب اس رب العالمین کے انعامات ہیں۔ انسان کو اپنے کسی فعل کی خوبی بیان کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے کیونکہ حقیقی تعریف کا وہی مستحق ہے۔ لیکن رب کی صحیح پہچان نہ رکھنے والے اپنی کامیابی کو، اپنے کسی اچھے کام کو اپنی بڑائی کے طور پر پیش کرتے ہیں جو کہ مومن کا کام نہیں۔

پانچویں بات یہ بیان کی کہ حمد کو ربوبیت اور عالمین سے جوڑ کر یہ بتایا کہ انسان کو حقیقی خوشی اس وقت ہونی چاہئے جب اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین ظاہر ہو اور اس کو ظاہر کرنے کے لئے اس کی خواہش اور کوشش یہ ہوگی کہ صرف اپنے فائدے پر ہی خوش نہ ہوتا رہے بلکہ دنیا کے نقصان پر نظر رکھے اور ہر ایک کو آرام پہنچانے کی کوشش ہو۔ پس اپنے رب کا صحیح ادراک رکھنے والا کبھی کسی کو نقصان پہنچانے کا نہیں سوچتا۔

چھٹی بات یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی ربوبیت قابل غور ہے اور ارتقاء کے قانون کے ماتحت ہے۔ اس میں Evolution ہے۔ یعنی دنیا میں کوئی چیز نہیں جس کی ابتداء اور انتہا یکساں ہو بلکہ ادنیٰ سے ترقی کر کے اعلیٰ کی طرف جاتی ہے اور پھر ایک حد تک پہنچ کر دوبارہ زوال شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس ارتقاء کا بیان ہوا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس میں کوئی تغیر نہیں۔ اس سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ خدا کے علاوہ تمام چیزیں مخلوق ہیں کیونکہ جو چیز ترقی کرتی ہے یا جس میں تغیر یا تبدیلی واقع ہوتی ہے وہ از خود

نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ بھی ثابت ہوا کہ ارتقاء کا جو مسئلہ ہے یہ بالکل درست ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ادنیٰ سے اعلیٰ تک لے کر جاتا ہے اور ہر چیز اس دائرے کے اندر ہے۔

اور ساتویں بات یہ ہے کہ رب کے معنی کسی چیز کو مختلف وقتوں اور مختلف درجوں میں ترقی دے کر کمال تک پہنچانا ہیں۔ اس لئے ارتقاء بھی مختلف درجوں اور وقتوں میں حاصل ہوتا ہے۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ ارتقاء اللہ تعالیٰ کے وجود کے منافی نہیں ہے بلکہ اس ترقی کی طرف قدم سے وہ قابل تعریف اور حمد کا مستحق ٹھہرتا ہے اور مومن ہر ترقی پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھتا ہے۔

نویں بات یہ کہ انسان لامتناہی ترقیات کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس کا قدم پہلے سے آگے بڑھنا چاہئے۔ علم میں آگے بڑھو، نیکیوں میں آگے بڑھو، عبادتوں میں آگے بڑھو اور پھر رب العالمین کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنی ربوبیت کے تحت ہمیں یہ مواقع عطا فرمائے۔

صوفیاء کی قسم کے بعض نام نہاد بزرگ ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کو پایا ہے اس لئے اب عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے، نمازوں کی بھی ضرورت نہیں ہے، جو حاصل کرنا تھا کر لیا۔ جبکہ صفت رب جو ہے وہ تو انسان کو انتہا تک کے راستے دکھاتی چلی جا رہی ہے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ اسلام کیونکہ رب العالمین کی صفت کا کامل مظہر ہے اور سب دنیا کی طرف آیا ہے، پہلے مذاہب کی طرح صرف ان خاص قوموں کی طرف نہیں آیا جن میں وہ نبی مبعوث ہوئے تھے، لہذا اسلام کے آنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی کامل حمد شروع ہو گئی ہے۔ یعنی اسلام ہے جو اس رب العالمین نے جسمانی عالم میں بھی اور روحانی عالم میں بھی اتحاد کے لئے اب بھیجا ہے۔ تمام قوموں کا، تمام ملکوں کا ایک ہی خدا ہے جو رب العالمین ہے۔ پس اس رب کی طرف اٹھا ہونے میں ہی آج دنیا کی بقا ہے اور نجات ہے۔

پس ہم جو احمدی کہلاتے ہیں ہمارا فرض بنتا ہے کہ اس رب کا جو رب العالمین ہے، تمام جہانوں کا رب ہے، وہ جو کائنات کی تمام مخلوق کو پیدا کرنے والا اور ان کو نقطہ انتہا تک پہنچنے کی طرف لے جانے والا ہے، اس رب کا پیغام تمام دنیا کو پہنچا کر تمام دنیا کو اس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کریں۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ہم ساری دنیا کو رب العالمین کی پہچان کروا سکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ قرآن کریم کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی طرف توجہ دلائی ہے اور آخر میں بھی ربوبیت پر قائم رہنے کی دعا سکھائی ہے تاکہ ایک مومن اس کو مالکِ کل اور معبودِ کل سمجھتے ہوئے، اس کی طرف جھکتے ہوئے ہر شر سے اس کی پناہ میں رہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ

نے قرآن کریم میں سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک تقریباً تمام سورتوں میں ہی مختلف مقامات پر اپنی ربوبیت کا حوالہ دے کر احکامات دیئے ہیں یا دعائیں سکھائی ہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہر احمدی سستیوں کو دور پھینکے، اپنے رب کے ساتھ مضبوط تعلق جوڑے اور اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ کسی قسم کی تکلیف اور عارضی روکوں سے کسی احمدی کے قدموں میں کبھی لغزش نہ آئے۔ دیکھیں تکلیفوں کا جہاں تک ذکر ہے اس کے بارے میں بھی قرآن کریم نے اصحاب کہف کے بارے میں بتایا۔ اور قرآن کریم کے جو سپارے ہیں اگر ان کی ترتیب دیکھی جائے تو یہ سورۃ قرآن کریم کے تقریباً نصف میں آتی ہے، اس میں انہیں لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے رب کی خاطر، واحد و یگانہ رب کی خاطر تکلیفیں اٹھائیں، ظلم سہے، قتل ہوئے لیکن ہمیشہ اپنے رب کی پہچان کی، اس کے آگے جھکے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بنے۔

تو ایک تو ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم مسیح محمدی کے ماننے والے ہیں ہمیں اپنے رب کے ساتھ تعلق میں بہت مضبوط ہونا چاہئے۔ مشکلات کے جو حالات اصحاب کہف پر آئے اس کا تو کچھ بھی حصہ ہمارے حصہ میں نہیں آیا۔ لیکن انہوں نے ان حالات کے باوجود اپنے رب کو نہیں چھوڑا۔ ہم تو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے دین کامل کیا ہے۔ جہاں احمدیت مشکل ترین دور سے گزر رہی ہے وہاں بھی دور اتنا مشکل نہیں ہے جو دور ان پر آئے تھے یا مختلف اوقات میں آتے رہے۔ اکثر احمدی جو ہیں وہ بڑے آسان اور آرام دہ حالات میں گزارا کر رہے ہیں اس لئے ہمیں سب سے زیادہ اپنے رب کی پہچان کرتے ہوئے، اس کا شکر گزار بندہ بننے ہوئے اس کی طرف ہمیشہ جھکے رہنا چاہئے۔ ہمیں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ہم اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے دین کامل کیا۔ ہمیں اُن لوگوں سے زیادہ اپنے رب کا فہم و ادراک دیا جتنا اصحاب کہف کو تھا۔ تو اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بڑھ کر ہماری مدد کرنے والا ہے ہر احمدی کو اپنے رب سے تعلق میں بڑھتے چلے جانا چاہئے۔ عُسْر اور یُسْر، تنگی اور آسائش ہر حالت میں یہ رب ہی ہے جس سے ہماری ترقیات وابستہ ہیں۔ پس ہر احمدی کو اس صفت پر غور کرتے ہوئے اپنے رب سے تعلق مضبوط تر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دوسرے ان مغربی ممالک میں، بلکہ اب تمام دنیا میں ہی جو لوگ اپنے خدا کو بھولتے جا رہے ہیں، ایک خدا کو چھوڑ کر، جس کو اختیار کرنے کی وجہ سے ان کو انعام ملا تھا، تین خداؤں کے چکر میں آگئے اور پھر نیچے مذہبی طور پر عملاً ایک طرح سے دیوالیہ ہو گئے، جو کہ ظاہر ہے اس حالت میں ہونا تھا اور پھر ان میں سے بہت بڑی تعداد خدا کی بھی منکر ہو گئی۔ تو مسیح محمدی کے ماننے والوں

کا یہ کام ہے کہ اپنے رب کی صحیح پہچان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی یہ بتائیں کہ اُن مضبوط ایمان والوں کے اپنے رب کے ساتھ چسے رہنے کا نتیجہ تھا کہ آج عیسائیت دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے اپنے خدا کی جو رب العالمین ہے پہچان کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے انبیاء کی صحیح تعلیم پر غور کرو، ان پیشگوئیوں پر غور کرو اور اس خاتم الانبیاء کو پہچانو جس کے بارے میں پیشگوئی تھی۔ یہی تمہاری نجات کا ذریعہ ہے، یہی تمہاری بے چینوں کو دور کرنے کا حل ہے کیونکہ اس کے بغیر تمہاری زندگیوں میں سکون نہیں آ سکتا۔ اور جیسا کہ میں پہلے وضاحت کر آیا ہوں کہ رب العالمین کے ماننے والے صرف اپنی بھلائی نہیں سوچتے بلکہ دوسروں کو بھی نقصان سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”پھر اس کے بعد رب العالمین کا لفظ ہے۔ جیسا پہلے بیان کیا گیا ہے اللہ وہ ذات (مستجمع) جمع صفات کا ملکہ ہے جو تمام نقائص سے منزہ ہو اور حسن اور احسان کے اعلیٰ نکتہ پر پہنچا ہوا ہو۔“ یعنی تمام صفات اس میں مکمل طور پر جمع ہیں اور اس کی خوبصورتی انتہائی نقطہ کو پہنچی ہوئی ہے ”تاکہ اس بے مثل و مانند ذات کی طرف لوگ کھینچے جائیں اور روح کے جوش اور کشش سے اس کی عبادت کریں۔ اس لئے پہلی خوبی احسان کی صفت رب العالمین کے اظہار سے ظاہر فرمائی ہے، جس کے ذریعہ سے کل مخلوق فیض ربوبیت سے فائدہ اٹھا رہی ہے، مگر اس کے بالمقابل باقی سب مذہبوں نے جو اس وقت موجود ہیں اس صفت کا بھی انکار کیا ہے۔ مثلاً آریہ جیسا ابھی بیان کیا ہے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان کو جو کچھ مل رہا ہے وہ سب اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور خدا کی ربوبیت سے وہ ہرگز ہرگز بہرہ ور نہیں ہے، کیونکہ جب وہ اپنی روحوں کا خالق ہی خدا کو نہیں مانتے اور ان کو اپنے بقا و قیام میں بالکل غیر محتاج سمجھتے ہیں، تو پھر اس صفت ربوبیت کا بھی انکار کرنا پڑا۔

ایسا ہی عیسائی بھی اس صفت کے منکر ہیں کیونکہ وہ مسیح کو اپنا رب سمجھتے ہیں اور رَبُّنَا الْمَسِيحُ رَبُّنَا الْمَسِيحُ کہتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو جَمِيعِ مَا فِي الْعَالَمِ کا رب نہیں مانتے، یعنی اللہ تعالیٰ کو پوری دنیا، کُل عالم، کُل کائنات کا رب نہیں مانتے۔ ”بلکہ مسیح کو اس کے فیض ربوبیت سے باہر قرار دیتے ہیں اور خود ہی اس کو رب مانتے ہیں۔ اسی طرح پر عام ہندو بھی اس صداقت سے منکر ہیں کیونکہ وہ تو ہر ایک چیز اور دوسری چیزوں کو رب مانتے ہیں۔

برہم سماج والے بھی ربوبیت تامہ کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا نے جو کچھ کرنا تھا

وہ سب یکبار کر دیا اور یہ تمام عالم اور اس کی قوتیں جو ایک دفعہ پیدا ہو چکی ہیں، مستقل طور پر اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ان میں تغیر و تبدل واقع ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اب معطل محض ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا کوئی کام ہی نہیں رہا۔ ”غرض جہاں تک مختلف مذاہب کو دیکھا جاوے اور ان کے اعتقادات کی پڑتال کی جاوے تو صاف طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ یہ خوبی جو اعلیٰ درجہ کی خوبی ہے اور جس کا مشاہدہ ہر آن ہو رہا ہے، صرف اسلام ہی بتاتا ہے اور اس طرح پر اسی ایک لفظ کے ساتھ ان تمام غلط اور بیہودہ اعتقادات کی بیخ کنی کرتا ہے جو اس صفت کے خلاف دوسرے مذاہب والوں نے خود بنائے ہیں۔“

(الحکم 10 مئی 1903ء صفحہ 2۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ 35-36۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہر آن ہر احمدی کو رب العالمین کے مشاہدہ اور عرفان میں بڑھاتا چلا جائے اور دوسروں کو بھی اس خدا کی پہچان کرانے والا بنائے تاکہ تمام دنیا صرف اور صرف ایک خدا کی عبادت کرنے والی ہو اور اس کی شکر گزار بن جائے جو ہم سب کا رب ہے اور رب العالمین ہے۔